اداریہ

خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

(۱)

پورے عالم میں جامعات کو تحقیق کا سب سے اہم اور فعال مرکز خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بات بڑی حد تک درست ہے کیوں کہ اعلیٰ سطح کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف شعبوں میں تحقیقی سرگرمیوں کا فروغ جامعات کا اختصاصی اور اساسی وظیفہ ہے۔ ان کی فضا تحقیق کے لیے ساز گار اور نتیجہ خیز ہوتی ہے کیوں کہ مختلف شعبوں میں ماہر اساتذہ اور تحقیق کار موجود ہوتے ہیں، جن کا باہمی ربط و تعلق جامعات کی تحقیقی فضا کو ثروت مند بنانے کا محرک بنتا ہے۔ یہ تحقیقی فضا تازہ کار تحقیق کاروں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور اُن کے ذوقِ جستجو کو مہمیز کرنے کا وسیلہ بنتی ہے۔ جادۂ تحقیق پر سفر آغاز کرنے والے ان طلبہ کو جہاں دیدہ اور تجربہ کار اساتذہ کی رہنمائی میسّر آتی ہے اور وہ اپنے شعبوں کے تشنۂ تحقیق موضوعات کے لیے سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ بین العلومی تحقیق کے لیے بھی جامعات ہی موزوں ترین مراکز ہیں کیوں کہ ایک ہی چار دیواری میں مختلف شعبوں کے ماہرین جمع رہتے ہیں اور ایک ہی وقت میں اُن سے استفادے کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔ کسی جامعہ کے ادبیات کے طلبہ اگر اپنے موضوعاتِ تحقیق کو دوسرے شعبوں جیسے: عمرانیات، اقتصادیات، دینیات، سیاسیات، فلسفہ اور تاریخ وغیرہ سے جوڑ لیں تو اُنھیں ان علوم و فنون کے ماہرین سے کسبِ فیض کرنے کا موقع مِل سکتا ہے مگر اس کے لیے جس جذب و شوق، ذوقِ سلیم اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے، وہ فی زمانہ معدوم ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسرے ممالک کی جامعات میں تحقیق کس حال میں ہے؟ اس سے ہم پوری طرح واقف نہیں تاہم پاکستانی جامعات میں تحقیق کی صورتِ حال نہایت ناگفتہ بہ ہے اور اسے کسی طرح بھی اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سائنسی اور سماجی علوم دونوں کا حال ایک سا ہے تاہم سماجی علوم اور زبان و ادب کے شعبے خاص طور پر زوال کا شکار ہیں۔ ادبیات کے تحقیق کار کچے پکے موضوعات پر ہر سال سیکڑوں مقالات کا انبار جمع کر کے دھڑا دھڑ ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔ یہ انبار چوں کہ حیات آفریں عناصر سے تہی ہے، اس لیے لائبریوں کے شیلف کا بوجھ بڑھانے کے علاوہ اس کا کوئی اور مصرف

نہیں۔ بات یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اب جامعات کے اساتذہ اور ریسرچ اسکالر زور وشور سے تحقیقی موضوعات کی کم یابی کا رونا رونے لگے ہیں۔ بے خبری، تغافل کیشی، جلد بازی اور تن آسانی اُن کے راستے میں مزاحم ہونے لگی ہے۔

عہدِ نو کی سبک خرامی لحہ بہ لحہ نئے منظروں کو بے نقاب کر رہی ہے اور زندگی کا قافلہ قدم قدم پر اپنے آپ کو تبدیل کرنے لگا ہے۔ ادب اگر واقعی کسی سماج یا زندگی کا نقیب اور ترجمان ہے تو وہ ان پَے بہ پَے تبدیلیوں سے کس طرح آنکھ چُرا سکتا ہے؟ کیا ہمارا ادب زندگی کی ترجمانی کے وظیفے سے دست کش ہو چکا ہے؟ کیا ہماری زبان لحہ لحہ بدلتے سماج کے رنگ و آہنگ کو سہارنے اور بیان کرنے سے قاصر و عاجز ہے؟ کیا ہمارے تخلیق کار ''سر گشتۂ خمارِ رسوم و قیود'' بن کر اپنے عصری معاملات و میلانات سے بے گانہ ہو چکے ہیں؟ اگر ان سوالوں کا جواب ''نہیں'' ہے تو پھر تحقیق کے لیے موضوعات کی کم یابی کا رونا کیا معنی رکھتا ہے؟ ایک تازہ کار اور زندگی کی سمت و رفتار پر نظر رکھنے والا تحقیق کار موضوعات کی تلاش کے لیے کشکول اُٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اپنے زاویۂ نظر کی ہمہ گیری اور ادب اور سماج کے بدلتے ہوئے منظر نامے سے وہ نِت نئے موضوعات کشید کرتا ہے۔ آج کے نام نہاد محققین کا موضوعات کی کم یابی کا واویلا کم کوشی اور تساہل کیشی کا نتیجہ ہے اور جب تک تحقیق کا حقیقی شعور بیدار نہیں ہو گا، موضوعات کے انبار میں بھی تکرار اور جمود کا رونا جاری رہے گا۔

(۲)

''تعبیرِ نو'' کا دوسرا شمارہ حاضر ہے۔ شمارۂ اوّل کے مندرجات اور پیش کش پر اُردو دُنیا کے ممتاز اہلِ قلم اور محققین نے جس طرح ہماری حوصلہ افزائی کی، اُس پر ہم اُن کے ممنون ہیں۔ بعض اصحابِ علم و تحقیق نے ہماری نارسائیوں اور کوتاہیوں پر سرزنش کی اور مفید مشوروں سے نوازا، ہم اُن کے بھی از حد شکر گزار ہیں اور اُنھیں یقین دلاتے ہیں کہ اُن کی رہنمائی اور سمت نمائی سے ہم اپنے مجلّے کو تحقیق کا ایک معیاری جریدہ بنانے کے لیے ہمہ وقت سرگرمِ کار رہیں گے۔ ان شاء اللہ

زیرِ نظر شمارے میں چھے مضامین شامل ہیں۔ مضامین کی مقدار اگرچہ عام تحقیقی مجلات کی نسبت بہت کم ہے تاہم موضوعات کا تنوع، ہمہ رنگی اور معیار اس کمی کی طرف متوجّہ نہیں ہونے دیتا۔ ہم اپنے قلمی معاونین کے از حد شکر گزار ہیں کہ اُنھوں نے اپنے غیر مطبوعہ اور عمدہ تحقیقی مضامین سے ہمارے مجلے کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ مجلے میں شامل پہلا مضمون معروف عالم، تدوین کار اور ماہرِ تعلیم پروفیسر غلام ربانی عزیز مرحوم [۱۸۹۸ء تا ۲۰۰۰ء] کا ہے، جو اُن کے غیر مطبوعہ آثار میں شامل تھا۔ یہ مضمون نام ور ادیب اور رسالہ ''نگار'' کے مدیر علامہ

نیاز فتح پوری کے سفر کیمبل پور سے متعلق ہے۔ پروفیسر غلام ربانی عزیز اور اُن کے برادرِ اکبر ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے اصرار پر علامہ نیاز فتح پوری نے ۱۹۲۹ء میں بھوپال سے کیمبل پور[حال: اٹک]کا طویل سفر کیا تھا۔ زیرِ نظر مضمون اسی یادگار سفر کی غایت اور دیگر تفصیلات کا امین ہے۔ یہ ایک مستند اور معتبر تحقیقی دستاویز ہے، جو علّامہ نیاز فتح پوری اور اُن کے معروف ادبی رسالے ''نگار'' کے حوالے سے کام کرنے والے محققین کے لیے فائدے سے خالی نہیں۔ اللہ کریم پروفیسر غلام ربانی عزیز مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

تحقیق کے اساتذہ، طلبہ اور ریسرچ اسکالر سے گزارش ہے کہ وہ تازہ اور غیر مطبوعہ تحقیقی مضامین کے ساتھ ہمارے شریکِ سفر بنیں۔ مجلّے کی بہتری کے لیے ہر قسم کی تجاویز اور آرا کا ہم خیر مقدم کریں گے۔

ارشد محمود ناشاد

(مدیر)